غیر منقوط ادب کی روایت: کتابتِ حدیث اور مجموعہ ہائے روایات کے تناظر میں ایک مطالعہ

Tradition of Writing without Dot & Symbols: A Study in the context of the writing of *Ḥadīth* and the collections of Traditions

Syed Masood ul Hassan Bukhari

M Phil, Department of Islamic Thought and Civilization, UMT, Lahore

Dr. Muhammad Nasir Mustafa

Lecturer in Arabic, University of Sargodha, Sargodha

Madiha Mumtaz

M Phil Islamic Studies, BZU, Multan

Abstract

In the Prophetic era dots and symbols were not put on Arabic phrases. Symbols are not even today are being put on Arabic books in Arab countries. Dots and symbols have been put on Qur'ānic verses in too late centuries. The Qur'ānic codices prepared in the ear of Hazrat Usmān were without dots and symbols, as the sample of Qur'ānic in the age of Prophet Muhammad (PBUH) was without dots and symbols. Even after the Ḥazrat Usmān people recite and listen Quran through these codices. Arabs were the experienced persons of the language and learn recitation from master reciters. So, they did not feel any difficulty in this regards. They do not commit any mistake. The Holy letter of Muhammad (PBUH) is present in real form these days, which He has written to the emperor of Egypt 'Maqooqash' which was stamped. A copy of this letter in Sīra books has been presented. It shows no dots and symbols. Similarly, the codices of

Quran prepared in the ear of Hazrat Usmān are present in the world without dots and symbols. A copy of this 'Mushaf' is present in the museum of Masjid-e-Nabvī which is also dot less and symbol less.

Key Words: Dot & Symbols, tradition, *Ḥadīth*

تمہید

انسان فنِ تحریر کا ہمیشہ سے محتاج رہا ہے، جبکہ انسانیت کے لیے پیغام لانے والے فرشتے اس فن سے مبرا رہے ہیں، اور انہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسی قوت عطا کی گئی ہے جس کے ذریعے وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا پیغام انبیاء ورسل پر بعینہٖ پہنچا دیتے ہیں جیسا انہیں رب تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے۔ اس بات کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰىۙ [1]"اسے پوری طاقت والے فرشتے نے سکھایا ہے۔" چنانچہ جبریل علیہ السلام بغیر کسی تحریری صورت کے انبیاء ورسل کی طرف پیغام رسانی اور الہامی پیغامات پہنچانے کا ذریعہ ہیں، لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ درست ہے کہ فرشتے انسانوں کے اعمال لکھنے پر معمور ہیں اور وہ انسانوں سے سرزد ہونے والے افعال واعمال پر اجر اور گناہ لکھتے ہیں۔ اسی طرح انسان کی ذہنیت اور خلقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا، جیسا کہ حدیث مبارکہ میں عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے والد نے اپنی موت کے وقت مجھے بلایا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: "إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَمَ، فَقَالَ: اكْتُبْ، فَقَالَ: مَا أَكْتُبُ؟ قَالَ: اكْتُبِ الْقَدَرَ مَا كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى الأَبَدِ۔" [2]"سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا اور اس سے کہا کہ لکھ، اس نے عرض کی: اے میرے رب! میں کیا لکھوں؟ فرمایا تقدیر کو اور جو کچھ ابد تک ہونے والا ہے، اسے لکھ۔" چنانچہ ابتداً انسانیت نے بنیادی طور پر اسی قلم کی مرہون منت لکھنا سیکھا، اور قیامت تک اسی قلم کے ذریعے سیکھتی اور سکھاتی رہے گی، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ [3]جس نے قلم کے ذریعے (علم) سکھایا۔" دوسرے مقام پر فرمایا: نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ [4]"نٓ۔ قسم ہے قلم کی اور اس کی جو کچھ کہ وہ (فرشتے) لکھتے ہیں۔" بعد ازاں اس میں جدت پیدا ہوتی گئی اور بے شمار قسم کے آلات لکھنے میں استعمال ہونے لگے۔ حافظ سید محمد اسحاق نے فنِ تحریر کی اقسام سے متعلق لکھا ہے کہ انسان کی زبانیں دو ہیں، ایک وہ جس میں الفاظ سے کام لیا جاتا ہے اور دوسری وہ جس میں چشم وابرو یا ہاتھوں کے اشاروں سے مدد لی جاتی ہے، اس اشاری گفتگو کا استعمال چار صورتوں میں کیا جاتا ہے۔ 1۔ جب ہم بولنا نہ چاہتے ہوں یا بول نہ سکتے ہوں، اسی لیے گونگے اشاری گفتگو سے بہت زیادہ کام لیتے ہیں۔ 2۔ جب ہمارا مخاطب ہماری زبان نہ جانتا ہو اور نہ ہم اُس کی زبان جانتے ہوں۔ 3۔ حرکات رقص جو اشاری گفتگو

کی ترقی یافتہ صورت ہیں۔ 4۔جب ہم اپنے بیان کی وضاحت کے لیے بولنے کے ساتھ ساتھ چشم و ابرو اور ہاتھوں کے اشاروں سے مدد لیتے ہیں۔

زبان کی طرح فن تحریر کی بھی دو صورتیں ہیں ایک وہ جس میں حروف سے کام لیا جاتا ہے اور دوسری وہ جس میں تصاویر استعمال کی جاتی ہیں، انہیں پڑھا نہیں جاتا بلکہ دیکھ کر سمجھا جاتا ہے، عہد قدیم کا انسان حروف سے ناآشنا ہونے کے باعث محض تصاویر کے ذریعہ خیالات کا اظہار کرتا تھا اور بعض نیم مہذب اقوام میں اب بھی یہ صورت پائی جاتی ہے۔ اسی طرح مضمون کی وضاحت کے لیے تصویروں سے مدد لیتے ہیں، اشتہار بازی میں مصوری سے بڑی مدد ملتی ہے اور تصویروں کے ذریعہ تعلیم (Visual Education) کا طریقہ دن بدن مقبول ہوتا جاتا ہے۔ [5]مزید لکھتے ہیں کہ زبان کی طرح فنِ تحریر بھی ایک فرضی چیز ہے، یعنی اُن آوازوں کے لیے جنہیں انسان ادا کر سکتا ہے، نشانات مقرر کر دیے گئے ہیں اور نوع انسان کے ایک خاص طبقے میں یہ چیز متفقہ طور پر تسلیم کر لی گئی ہے کہ فلاں نشان فلاں آواز کو ظاہر کرے گا، ایسے نشانات کو حروف ہجاء یا حروف تہجی کہتے ہیں، انہیں پڑھنے کے معنی یہ ہیں کہ انسان اُن آوازوں کا اعادہ کرے جن کا مظہر ان نشانات کو قرار دیا گیا ہے، مثلاً اگر لفظ گلاب لکھ کر کسی ایسے شخص کے سامنے رکھا جائے جو ہمارے خط سے ناواقف ہے تو وہ ہرگز ان حروف کا مطلب نہ سمجھے گا لیکن جاننے والا فوراً پڑھ لے گا، اب اگر اُس نے گلاب دیکھا ہے تو مطلب بھی سمجھ جائے گا ورنہ نہیں، اس لیے اصل چیز تو گلاب ہے، اس کے بعد وہ تصویر ہے جو گلاب کو دیکھنے کے بعد ذہنِ انسانی میں مرتسم ہو جاتی ہے، تیسری چیز لفظ گلاب ہے جو انسانی دماغ کے سامنے ایک خاص پھول کی تصویر لاتا ہے اور چوتھی چیز وہ نشانات ہیں جنہیں دیکھ کر ہمیں لفظ گلاب یاد آتا ہے۔ فن تحریر کی تعریف یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ وہ جذبات یا خیالات کے اظہار کا ایک طریقہ ہے جس کا تعلق قوتِ باصرہ سے ہے اور وہ ایک قائم رہنے والی چیز ہے، مافی الضمیر کے اظہار کے دوسرے طریقے کیا ہیں اور اُن میں فن تحریر کا کیا مقام ہے، اسے ذیل کے نقشے سے سمجھا جاسکتا ہے:

	وقتی	دیرپا
قوتِ باصرہ سے متعلق	اشاری گفتگو، چشم و ابرو یا ہاتھوں کے ذریعہ آگ، روشنی یا دھویں کے ذریعہ پیغام رسانی	مختلف اشیاء سے خیالات کا اظہار مثلاً جھنڈوں کے ذریعہ پیغام رسانی تصاویر و تحریر کے ذریعہ اظہارِ خیال
قوتِ سامعہ سے متعلق	زبان، سیٹی، سنکھ، ہارن، بگل، تالی، ڈھول وغیرہ کے ذریعہ پیغام رسانی	گراموفون کے ریکارڈ، ٹیپ ریکارڈر وغیرہ
قوتِ لامسہ	ہاتھ دبانا، ہاتھ پھیرنا، پیٹھ تھپتھپانا، چٹکی کاٹنا، بوسہ لینا وغیرہ	اندھوں کا اُبھرے ہوئے حروف یا نقوش سے مطلب کا سمجھنا [6]

فن تحریر کی فضیلت

لکھنے کی اہمیت اور اس سے متعلق حد درجہ افادیت قرآن مجید کی متعدد آیات سے ثابت ہوتی ہے، قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا[7] "اُن کے اس قول کو ہم لکھ لیں گے۔" گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کے کہنے کو لکھنے کے لیے فرشتوں کو مقرر کیا جارہا ہے، تاکہ لوگوں کا یہ کہا شمار اور حصار میں آجائے۔ اسی طرح فرمایا: كَلاَّ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ[8] "ہر گز نہیں، یہ جو بھی کہہ رہا ہے ہم اسے ضرور لکھ لیں گے۔" لوگوں کے معاملات میں آسانی اور تخفیف کا معاملہ کرتے ہوئے رب تعالیٰ نے فرمایا: فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰه[9] "اب تمہیں ان سے مباشرت کی اور اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی چیز کو تلاش کرنے کی اجازت ہے۔" قرض کی معیاد اور لین دین سے متعلق لکھنے کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا: يَا أَ يُّهَا الَّذِیْ ْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ[10] "اے اہلِ ایمان! جب تم ایک مقررہ وقت کیلئے آپس میں ادھار کا معاملہ کرو تو اُسے لکھ لیا کرو، اور لکھنے والے کو تمہارے درمیان انصاف کا خیال رکھتے ہوئے لکھنا چاہیے: وَ لَقَدْ كَتَبْنَا فِى الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِىَ الصّٰلِحُوْن۔[11] "اور یقینا ہم نے زبور میں نصیحتوں کے بعد یہ لکھ دیا ہے کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔" احترامِ انسانی سے متعلق اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا: مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِىٓ اِسْرَآئِيْلَ ...اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا [12] "اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ بات لکھ دی کہ جو شخص کسی انسان کو "بلاعوض کسی جان کے یا زمین میں فساد کے بغیر" قتل کر دے تو گویا اُس نے سارے انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی ایک انسان کو زندگی دی، گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی دی۔" مزید فرمایا: وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ ... وَالسِّنَّ بِالسِّنّ [13] "اور ہم نے اُن پر تورات میں یہ بات لکھ دی تھی کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، اور دانت کے بدلے دانت ہوگا۔" وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّ تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ۔[14] "اور ہم نے تورات کی تختیوں میں ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی ہے۔" احادیث میں نبی کریم ﷺ نے لکھنے کی فضیلت فرمائی ہے: قَيِّدُوا الْعِلْمَ بِالْكِتَابِ۔ [15] "علم کو تحریر کے ذریعے قلمبند کر لو۔" حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جو کاتبِ وحی ہیں، بیان کرتے ہیں کہ انہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: إِذَا كَتَبْتَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ فبيّن السِّينَ فِيهِ۔[16] جب تم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھو تو سین کو واضح کر کے لکھو۔" نبی ﷺ کے زمانۂ مبارک میں عربی عبارت پر نقطے اور اعراب لگانے کا رواج بالکل نہ تھا، آج بھی عرب ممالک میں عربی کتب پر اعراب نہیں لگائے جاتے، مصاحف پر نقطے اور اعراب لگانے کا کام تو بہت بعد کے ادوار میں انجام پایا تھا۔ مصاحف عثمانی، نقاط اور اعراب کے بغیر تھے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے مدون قرآن میں بھی نقاط تھے اور نہ ہی اعراب لگے تھے، شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے عرصہ بعد تک بھی لوگ ان مصاحف سے صحیح تلاوت لیتے اور سنتے رہے، عرب اہل زبان تھے اور ماہر قراء سے تلاوت سیکھتے تھے، اس لیے انہیں کوئی ایسی مشکل پیش نہ آئی کہ وہ اعرابی غلطیاں کرتے، آج دنیا میں نبی ﷺ کا وہ نامۂ مبارک اصلی حالت میں موجود ہے جو آپ ﷺ نے شاہِ

مصر مقوقش کو لکھا تھا، جو مہر شدہ تھا، اس کی نقل اب سیرت کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے اس نامۂ مبارک کی عبارت پر بھی نہ تو اعراب لگے ہوئے ہیں اور نہ نقطے۔ اسی طرح آج امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ کے تیار کردہ کچھ مصاحف دنیا میں موجود ہیں اور ان پر نہ نقطے ہیں اور نہ اعراب، اسی مصحف عثمانی کی ایک فوٹو کاپی مدینہ منورہ کی مسجد نبوی کے کتب خانے میں موجود ہے، اس میں اعراب اور نقطے موجود نہیں ہیں۔

تمام مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن مجید پر سب سے پہلے اَبو الاسود الدؤلی نے اعراب لگائے، ابو الاسود کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے، کچھ نے کہا کہ پہلے نقطے اور اعراب لگانے والوں میں یحییٰ بن یعمر کا نام آتا ہے، کچھ نے یحییٰ بن یعمر کے نام سے بھی اختلاف کیا اور کہا کہ علی نصر بن عاصم اللیثی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے قرآن مجید پر نقطوں اور اعراب کا التزام کروایا، اختلاف کے باوجود مؤرخین اس بات پر قائل ہیں کہ قرآن مجید پر اعراب اور نقطے ابو الاسود نے لگائے، جس کا پس منظر امام ابو عمر عثمان بن سعید الدانی نے یوں بیان کیا ہے کہ ابو الاسود نے ایک مرتبہ ایک قاری سے سنا: اَنَّ اللّٰهَ بَرِیٓئٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَ رَسُوْلِهٖ[17]،فاستعظم ذلک أبو الأسود، وقال: عزوجه الله أن يبرأ من رسوله۔ ثم رجع من فوره الى زياد، فقال: يا هذا، قد أجبتك الى ما سألت، ورأيت أن أبدأ باعراب القرآن، فابعث اليّ ثلاثين رجلاً، فأحضرهم زياد، فاختار منهم أبو الأسود عشرة، ثم لم يزل يختار منهم، حتى اختار رجلاً من عبد القيس، فقال: خذ المصحف وصبغًا يخالف لون المداد، فاذا فتحت شفتى فانقط واحدةً فوق الحروف، وذا ضممتها فاجعل النقطة الى جانب الحرف، واذا كسرتهما فاجعل النقطة فى أسفله، فان أتبعت شيئًا من هذه الحركات غنة فانقط نقطتين"۔ [18]

جو یہ تلاوت کر رہا ہے تھا کہ جو مذکورہ آیت کو { وَرَسُوْلُهٗ } کی بجائے { وَرَسُوْلِهٖ } یعنی پیش کو زیر سے پڑھ رہا تھا، جس سے معنی بدل جاتا ہے، ابو الاسود کو اس قراءت پر دکھ ہوا اور کہا خدا کی ذات اس سے پاک ہے کہ وہ اپنے رسول ﷺ سے بیزار ہو، چنانچہ ابو الاسود نے بالآخر قبیلہ عبدالقیس کے ایک شخص کا انتخاب کیا اور اس سے کہا جب تم مجھے دیکھو کہ میں اپنے ہونٹ کسی حرف کے لیے اوپر کی جانب کھولتا ہوں تو اس حرف کے اوپر ایک نقطہ لگا دو اور اگر میں نے دونوں ہونٹوں کو باہم ملا دیا ہے تو پھر حرف کے آگے نقطہ لگا دو، اگر میں نے نیچے کی طرف اسے موڑا ہے تو اس کے نیچے نقطہ لگا دو، اس طرح وہ اس کام کو مکمل کرنے کے بعد زیاد کے پاس گئے اور کہا کہ میں نے حکم کی تعمیل کر دی۔ اسی طرح معجم علوم القرآن میں ابراہیم محمد الجرمی نے عجمیوں کے لیے نقطے لگانے سے متعلق ذکر کیا ہے: هو النقط الذى يدل على ذوات الحروف، ويميز معجمها من مهملها، كالنقطة تحت الجيم ميّزتها من الحاء ، والنقطتان فوق ت ميّزتها من ث وهكذا۔وكان هذا النقط بلون مداد المصحف، ليميز من نقط الإعراب الذى وضعه أبو الأسود۔ [19] چنانچہ نقطے بنیادی سبب ہیں، مہمل انداز سے اجتناب کرنے کیلئے، جیسا کہ 'ج' کا نقطہ 'ح' سے منفرد ہے، اسی طرح 'ت' اور 'ث' میں نقطوں کی وجہ سے ہی تمیز کی جا سکتی ہے، اور یہ کام ابو الاسود نے انجام دیا۔ علامہ بدر

الدین زرکشی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''البرہان فی علوم القرآن'' میں ابو الاسود کو ہی نقطے اور اعراب لگانے والا پہلا شخص کہا ہے۔ [20]

اوپر ذکر کردہ وضاحت کے مطابق قرآن مجید کے نزول کے وقت اس کے الفاظ معراء تھے، اور یہ غیر منقوط حالت میں تھا، جس کی بنیادی وجہ اہل عرب عربی زبان کو سمجھنا اور اس پر مکمل عبور تھا، چنانچہ اسلام عرب سے عجم میں پھیلنے کے دوران اس بات کی ضرورت شدت سے محسوس کی جانے لگی کہ قرآن مجید کے فہم میں دقت کے باعث اس پر اعراب لگنے چاہئیں، اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں اس کا پس منظر یوں بیان کیا گیا ہے: "قرآن مجید پر نقطے: اسلام سے قبل عرب میں حروف پر نقطے ڈالنے کا رواج نہ تھا اور اہل عرب اپنی فطرت و ذہانت کی بنا پر الفاظ کو بالکل صحیح پڑھتے تھے، جب اسلام پھیل گیا اور عرب سے باہر کے علاقوں میں پہنچا تو عرب و عجم کے اختلاط سے الفاظ میں خطا و تصحیف کا اندیشہ پیدا ہونے لگا، اب اہل علم عرب ایسی علامت وضع کرنے اور نقاط کے اختراع پر مجبور ہوئے، جو بالخصوص عجمی مسلمانوں کو الفاظ کی غلطیوں سے محفوظ رکھنے کا باعث بن سکے... قرآن مجید پر اعراب لگانے کے حوالے سے ابو الاسود نے ذمہ لیا، لیکن اس کے اس عزم پر لوگ معترض ہوئے اور کہا کہ قرآن مجید کے حروف پر نقطے ڈالنے کا کام جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ علیہم اجمعین نے نہیں کیا، تو آپ کیوں کر رہے ہیں، انہیں سمجھا یا گیا کہ اس کا مقصد صرف 'دال' کو 'ذال' سے، 'ب' کو 'ت' اور 'ث' سے، 'صاد' کو 'ضاد' سے اور 'عین' کو 'غین' سے ممیّز کرنا ہے اور یہ واضح کرنا ہے کہ کون کون سے حروف نقطے والے ہیں اور کون کون سے نقطے سے خالی ہیں اور کس حرف پر کتنے نقطے ہیں تاکہ ان لوگوں کے لیے مختلف حروف کے درمیان امتیاز کرنے میں آسانی پیدا ہو جائے، جو عجم سے تعلق رکھتے ہیں، یا زیادہ پڑھے لکھے نہیں ہیں، اس سے لوگوں کو کچھ اطمینان ہوا اور یہ غلط فہمی دور ہوئی کہ یہ قرآن مجید میں تحریف ہے بلکہ انہیں اس کا احساس ہوا کہ یہ قرآن مجید کی حفاظت کی ایک مؤثر شکل ہے، اب حروف پر نقطے ڈالنے کا کام شروع ہوا۔" [21] تحریروں کو موثر اور دیرپا رکھنے کے لیے انسان نے قلم کا سہارا لیا، پھر انہی تحریروں سے بے شمار اصناف نے جنم لیا، جن میں ایک صنف غیر منقوط تحریر بھی ہے، جسے عام تحریر میں ایک منفرد اور امتیازی حیثیت حاصل ہے۔

غیر منقوط ادب

عربی زبان اردو کی اصل ہے، اس لیے جو حروفِ تہجی عربی میں استعمال ہوتے ہیں، وہی حروف معمولی اختلاف کے ساتھ اردو میں بھی استعمال ہوتے ہیں، اور ان کی ادائیگی اور تلفظ کا طریقہ بھی معمولی اختلاف کے ساتھ ایک جیسا ہی ہے، عربی کے منقوط اور غیر منقوط حروف حسب ذیل ہیں:

منقوط حروف: ب، ت، ث، ج، خ، ذ، ز، ش، ض، ظ، غ، ف، ق، ن

غیر منقوط حروف: ا، ح، د، ر، س، ص، ط، ع، ک، ل، م، و، ہ، ی

عربی میں کل ۲۸ حروف تہجی میں سے ۱۴ منقوط جبکہ ۱۴ غیر منقوط حروف پر مشتمل ہیں۔ اسی طرح اردو زبان میں بھی منقوط اور غیر منقوط کی ترتیب حسب ذیل ہے:

منقوط حروف: ب، پ، ت، ث، ج، چ، خ، ذ، ز، ش، ژ، ض، ظ، غ، ف، ق، ن، ی

غیر منقوط حروف: ا، ٹ، ح، د، ڈ، ر، ڑ، س، ص، ط، ع، ک، گ، ل، م، و، ہ، ی

اس طرح اردو کے حروف تہجی کی کل تعداد ۳۶ ہے، جن میں سے ۱۸ منقوط اور ۱۸ ہی غیر منقوط مستعمل ہوتے ہیں، یعنی اردو زبان کے آدھے حروفِ تہجی غیر منقوط ہیں۔ غیر منقوط ان الفاظ کو کہا جاتا ہے جو معراء ہوں اور ان پر نقطے نہ ہوں۔ منقوط ان حروف کو کہا جاتا ہے جن پر نقاط یا نقطے آتے ہیں، کسی پر ایک نقطہ ہوتا ہے کسی پر دو اور کسی پر تین نقطے ہوتے ہیں۔ اسی طرح غیر منقوط بغیر نقطوں والے حروف کو کہتے ہیں، غیر منقوط ایسی تحریر ہوتی ہے جس میں ایسے حرف کا استعمال ہو جو نقطوں کے بغیر ہوں۔ یہ الفاظ اردو اور عربی میں اپنے حروفِ تہجی کی بناوٹ کے اعتبار سے بکثرت استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً اگر سورۂ فاتحہ کا بغور مطالعہ کریں تو اس میں ترتیب کے اعتبار سے درج ذیل غیر منقوط حروف استعمال ہوئے ہیں: "اَلْحَمْدُ"، "لِلّٰہِ"، "مٰلِکِ" اور "الصِّرَاط" کا لفظ دو مرتبہ آیا ہے۔ اسی طرح اگر سورۃ البقرہ کا پہلا رکوع پڑھیں تو ہمیں ترتیب وار درج ذیل غیر منقوط حروف نظر آئیں گے: "الٓمٓ"، "لَا"، "ھُدًی"، "وَمِمَّا"، "وَمَا"، "ھُمْ"، "اُولٰٓئِکَ"، "عَلٰی"، "ھُدًی"، "وَاُولٰٓئِکَ ھُمْ"، "سَوَآءٌ"، "اَمْ لَمْ"، "لَا"، "اللّٰہُ"، "عَلٰی"، "وَعَلٰی سَمْعِھِمْ"، "وَعَلٰٓی"، اور "وَلَھُمْ" غیر منقوط حروف ہیں۔ اسی طرح باری تعالیٰ کا ذاتی نام "اللہ" اور صفاتی ناموں میں "الملک"، "السلام"، "المصور"، "الحکم"، "العدل"، "الواسع"، "الودود"، "الوَلِیُّ"، "الواحد"، "الاحد"، "الصمد"، "الاول"، "الوالی"، "مالک الملک"، اور "الھادی" شامل ہیں۔ "احد"، "حمد"، "محمد"، "احمد"، "اسلام"، کلمہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ"، انبیاء کرام علیہم السلام کے نام، "آدم، ہود، صالح، لوط، موسیٰ، داؤد علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کے نام غیر منقوط ہیں۔

غیر منقوط اردو اور عربی ادب کی صنعتوں میں سے ایک صنعت ہے، جس میں کوشش بسیار اور جستجو کے بعد ایسے الفاظ اور حروف کا چناؤ کیا جاتا ہے جو نقطوں سے معری ہوں، ایسی صنعت کو صنعت عاطلہ، مہملہ اور غیر منقوطہ کہتے ہیں۔ یہ ایک انتہائی مشکل اور سنگلاخ صنعت ہے، ادبا کے ہاں اس کی خال خال ہی مثالیں ملتی ہیں۔ کیونکہ یہ ایک مشکل کام ہے کہ اپنے فقرے اور جملے کو صحیح اور قابلِ فہم انداز میں لوگوں تک منتقل کیا جائے، جس سے سمجھنے والا آسانی سے سمجھ جائے کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ یعنی غیر منقوط تحریر باقاعدہ اور قدیمی طور پر ایک صنعت کی صورت میں صدیوں سے چلی آرہی ہے۔ جب تک عربی زبان بغیر نقطوں کے لکھی جاتی رہی، اس وقت تک منقوط اور غیر منقوط کلام کا کوئی تصور نہیں تھا، لیکن تنقیط کے بعد منقوط اور غیر منقوط اصناف نے جنم لیا، نثر، نظم، شعر گوئی اور دیگر اصناف میں ان دونوں میں تمیز کی جانے لگی، اس ادبی صنعت کو اختیار کرتے ہوئے بعض حضرات نے نبی مکرم ﷺ کی سیرت بیان کی اور کچھ لوگوں نے اس ادبی صنعت کے ساتھ قرآن کریم کی تفسیر، سیرت مطہرہ، علم فقہ، تراجم و تفاسیر، خلفاء راشدین کی سوانح

کتب، مرثیے وغیرہ لکھے ہیں۔ گویا تحریروں نے منقوط اور غیر منقوط میں نہ صرف تمیز کی بلکہ ان کو بڑھاوا بھی دیا۔ نبی کریم ﷺ کے مکتوبات جو آپ نے سلاطین اور امراء کو لکھے، وہ غیر منقوط اور اصل حالت میں آج بھی سعودی عرب اور استنبول (ترکی) میں موجود ہیں۔ یہ اس بات کا بیّن ثبوت ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے دور میں تحریریں غیر منقوط لکھی جاتی تھیں۔

اردو زبان کی اصل اور ماخذ عربی زبان ہے، لیکن عربی خط کے متعلق قدیم علمائ، جدید محققین اور مستشرقین کے درمیان بڑے اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ اس زبان سے متعلق مختلف نظریات پائے جاتے رہے ہیں، اور مختلف آراء کی وجہ سے یہ سمجھنے میں دقت ہوئی کہ عربی خط کس طرح سرزمین عرب تک پہنچا، اس حوالے سے تین طرح کے نظریات پائے جاتے ہیں، ڈاکٹر صلاح الدین المنجد نے اپنی مشہور کتاب "تاریخ الخط العربی" میں ان نظریات کو اس طرح بیان کیا ہے: 1۔ھل تاثر الخط العربی بالسریانیۃ؟۔2۔أو ھل انتقل من الانبار الی الحیرۃ ثم الی الحجاز؟3۔أو ھل اقتطع من المسند الحمیری؟۔ [22]کیا عربی خط سریانی سے ماخوذ ہے؟ یہ خط انبار سے حیرہ اور پھر وہاں سے مکہ پہنچا ہے؟ کیا یہ خط مسند حمیری سے مشتق ہے؟ پروفیسر سید محمد سلیم نے 'تاریخ خط وخطاطین' میں لکھا ہے کہ: "عربی خط حیرہ سے دومۃالجندل آیا، وہاں سے حرب بن امیہ کے ذریعے مکہ میں داخل ہوا، اس بیان کو آثار کی تائید حاصل نہیں ہے، حیرہ کے علاقے میں آج تک عربی زبان کا کوئی کتبہ نہیں ملا ہے، بہر کیف اتنی بات یقینی ہے کہ عربی خط مکہ میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل داخل ہو چکا تھا۔ ۱۷۔۱۹افراد وہاں لکھنا پڑھنا جانتے تھے"۔ [23]

غیر منقوط احادیث کی چند مثالیں

اس بات پر تمام مؤرخین و محدثین کا اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ کے دور میں عربی کی جو شکل موجود تھی، وہ معری انداز میں لکھی جاتی تھی اور 'بدون نقط' ہی اسے پڑھا اور سمجھا جاتا تھا۔ اس بات کا اظہار محدثین نے اپنی کتابوں میں کیا ہے، ذیل میں چند ایک احادیث کی روشنی میں درج کیا جارہا ہے کہ کس قدر محدثین کو 'بدون نقط' عبارت پڑھنے اور سمجھنے میں دقت محسوس ہوتی رہی اور کس طرح وہ اس بات کا اظہار کرتے رہے ہیں۔

پہلی مثال

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے مسند احمد میں حدیث نقل کی ہے: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِی أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ بِنَا يَوْمَ النَّحْرِ بِالْمَدِينَةِ، فَتَقَدَّمَ رِجَالٌ فَنَحَرُوا، وَظَنُّوا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ نَحَرَ، فَأَمَرَ مَنْ كَانَ قَدْ نَحَرَ قَبْلَهُ أَنْ يُعِيدَ بِنَحْرٍ*آخَرَ، وَلَا وَلَا يَنْحَرُوا حَتَّىيَنْحَرَ النَّبِيُّ ﷺ"۔ [24]

ینحر آخر، بالیاء التحتیۃ،بدون نقط [25]

نقطے نہ ہونے کی وجہ سے 'بنحر' کو 'یا' کے ساتھ 'ینحر' پڑھا گیا۔ یہ اشتباہ محدثین کو نقطے نہ ہونے کی وجہ سے ہوا، اور جو مسودہ جات اُن تک کتابی صورت میں پہنچے، وہ اسی حالت میں تھے جس میں عرب نقطوں کے بغیر عبارت لکھتے اور پڑھتے تھے۔

دوسری مثال

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَمِّهِ، قَالَ ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ: سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ مُحَمَّدَ بْنَ مَسْلَمَةَ يُطَارِدُ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ يُرِيدُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهَا، قَالَ ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ: ثُبَيْتَة*'[26]

أُثبتت في بدون نقط، وفي هامشها: ثُبَيتة، وفي بُثَيْنَة، وهي ثبيتة بنت الضحاك أخت أبي جَبيرة وثابت ابني الضحاك، وقيل في اسمها أيضاً: نبيتة، بالنون، وذكرها ابن حجر في "الإصابة"۔[27]

یعنی اصل عبارت میں نقطے نہ ہونے کی وجہ سے مذکورہ نام کو 'اُثبتت' اور حاشیہ میں اسے 'ثُبیتۃ' اور 'بثینۃ' لکھا گیا اور کہا گیا کہ یہ 'ثُبیتۃ' ضحاک کی بیٹی جبکہ جبیرہ اور ثابت کی بہن ہیں، جبکہ امام حجر نے اپنی کتاب 'الاصابۃ'' میں اسے 'ن' کے ساتھ 'نبیتۃ' نقل کیا ہے۔

تیسری مثال

امام ابن حبان نے صحیح ابن حبان میں حدیث نقل کی ہے: عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كُلَّمَا كَانَتْ لَيْلَتُهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ إِلَى الْبَقِيعِ فَيَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَأَتَانَا وَإِيَّاكُمْ * مَا تُوعَدُونَ"۔[28]

☆"واا ا وااكم" بدون نقط، فتقرأ: "وأتانا وإياكم"، وتقرأ: "وأتانا وأتاكم" وكلاهما صواب، ولفظ مسلم والبيهقي: "وأتاكم ما توعدون"، ولفظ النسائي: "وإنا وإياكم متواعدون"۔[29]

عبارت میں نقطے نہ ہونے کی وجہ سے اسے ''وأتانا وإیاکم'' اور ''وأتانا وأتاکم'' پڑھا گیا، جبکہ دونوں کا مطلب ٹھیک ہے، اسی طرح امام مسلم اور امام بیہقی کے الفاظ اس حدیث کو نقل کرنے میں ''وأتاکم ماتوعدون'' کے ہیں جبکہ امام نسائی نے ''وإنا وإیاکم متواعدون'' کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

چوتھی مثال

امام محمد بن عبدالرحمٰن زکریا بغدادی نے **''المخلصیات واجزاء اخری لابی طاہر المخلص''** میں حدیث نقل کی ہے: سمعْنا عبدَاللّٰہِ بنَ عَمرو بنِ العاصِ يقولُ:سمعتُ رسولَ اللّٰہِ ﷺيقولُ:سيكونُ في آخِرِ أُمتي رجالٌ يركَبونَ على سُروجٍ كأَشباهِ الرِّحالِ* يَنزِلونَ على أبوابِ المساجدِ"۔[30]

☆هكذا في بدون نقط أو علامات إهمال، ويظهر أنها كانت في الأصل:الرجال، ثم ضرب على نقطة الجيم ب۔[31] اصل عبارت میں نقطے نہ ہونے کی وجہ سے اسے 'الرحال' پڑھا گیا، لیکن ظاہر اور اصل میں یہ لفظ

'الرجال' ہے، بعد میں کتابت کے ذریعے 'ح' کے نیچے نقطہ لگا کر اسے 'جیم' بنا دیا گیا۔ علامہ البانی نے "سلسلۃ الصحیحۃ" میں اس حدیث کو 'الرحال' کے ساتھ ہی درج کیا ہے: سيكون فی آخر أمتى رجال يركبون على سروج كأشباه الرحال'۔ [32]

پانچویں مثال دیکھیے:

فتح الباری شرح صحیح البخاری میں علامہ زین الدین بغدادی دمشقی نے ایک محدث سے متعلق نقل کیا ہے: روى عن مجاهد وأبي روق والضحاك، وعن الحسن والقرظی* قالا: خلقك حسنه۔ [33]

☆فی 'ف' بدون نقط، والصواب ما أثبتناه، وهو: محمد بن كعب بن سليم، وقال الذهبی فی 'السير' كان من أئمة التفسير۔ [34] نقطے نہ ہونے کی وجہ سے 'ق' کو 'ف' پڑھا گیا۔

چھٹی مثال

امام ابن ابی حاتم نے "العلل لابن أبي حاتم" میں حدیث نقل کی ہے: سألتُ أَبَا الْوَلِيدِ الطَّيالِسيَّ ، عَنْ حديثِ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ الْمُثَنَّى،عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عن النبيّ (ﷺ): قَالَ: رَحِمَ اللَّه مَنْ صَلَّى قَبْلَ العَصْرِ أَرْبَعًا؟فَقَالَ:دَعْ ذِی*"۔ [35]

☆"ذی" دون نقط الياء ، وہی ضمن السقط الواقع فی ، وستأتی الإشارة إليه، و "ذی" اسم إشارة للمؤنث، والمراد دع ہذه الرواية و "ذی" بدون نقط: تَحتملُ أن تكون إشارةً للمؤنَّث: "ذی" ، وتحتمل أن تكون إشارةً للمذكَّر، وأصلها:"ذا"۔ [36] "ذی" بغیر نقطوں کے جو اسم اشارہ ہے مونث کے لیے، اور اس سے یہ بھی مراد لیا جا سکتا ہے کہ اس روایت کو چھوڑ دو، جس سے یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ یہ مونث کی طرف اشارہ ہے، اور کبھی یہ احتمال ہوتا ہے کہ یہ مذکر کی طرف اشارہ ہے، جبکہ اصل میں لفظ "ذا" ہے۔ نقطے نہ ہونے کی وجہ سے اشتباہ کا احتمال پیدا ہوا۔

ساتویں مثال

محدثین کو حدیث نقل کرتے ہوئے بعض اوقات غیر منقوط حروف کی وجہ سے روایت بیان کرنے والے کے متعلق بھی اشتباہ پیدا ہوتا رہا ہے، جس کی ایک مثال 'الرسالۃ للشافعی' میں امام شافعی نے یوں بیان کی ہے: وأبو المرجا سالم بن تمام بن عنان العرضی، وابنه عبد الله، وعبد الرحمن اليونسی بن يونس بن إبرہيم، وآباء عبد الله:محمد بن يوسف بن أحمد النحانی* "۔ [37]

☆ہكذا بدون نقط، ولم أعرف من ہو۔ [38]

امام شافعی فرماتے ہیں کہ غیر منقوط ہونے کی وجہ سے ہمیں نہیں معلوم کہ اس سے مراد کون راوی ہیں۔الرسالہ کے مقدمہ میں ایک اور شخصیت کے بارے میں لکھتے ہیں: من (باب الصنف الذی یبین سیاقہ معناہ) إلی آخر الکتاب، وکذلک علی حسن بن الوزان، وغرس الدین خلیل بن الشاب أحمد بن مطسا*"۔ [39]

☆ ہکذا فی السماع بدون نقط، ولم أعرف من ہو؟ [40]

نقطے نہ ہونے کی وجہ سے ہم نہیں جانتے کہ اس سے مراد روایت کرنے والی کون سی شخصیت ہے۔

آٹھویں مثال

احمد ابن تیمیہ نے "المسودۃ فی أصول الفقہ" میں امام شافعی اور ان کے ساتھیوں کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: وحکی أبو الخطاب عن قوم القول بالتنزیہ ولم یسمہم وبالغ الشافعی فی انکار ذلک ذکرہ الجوینی فی مسألۃ مفردۃ فی التأویلات واختار الجوینی الجزم*"۔ [41]

☆**فی اوب جمیعا "الحرم" بدون نقط وصوابہ ماذکرنا۔** [42]

پہلے نسخوں میں "الجزم" کو "الحرم" لکھا جاتا رہاہے، اور صحیح یہ ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔

نویں مثال

امام ابن رجب نے "فتح الباری شرح صحیح البخاری" میں حدیث نقل کی ہے: عن مخول البهزی سمع النَّبِيّ ﷺ يقول: سيأتی علی الناس زمان فيه غنم بين السجدتين* تأكل من"۔ [43]

اصل عبارت میں نقطے نہ ہونے کی وجہ سے **"السجدتین"** پڑھا اور لکھا گیا، جبکہ مسند ابی یعلی میں نقل کردہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: **سَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ، خَيْرُ الْمَالِ فِيهِ غَنَمٌ بَيْنَ الْمَسْجِدَيْنِ**"۔ [44] امام ابو یعلی نے **"السجدتین"** کو **"مسجدین"** نقل کیا ہے۔

دسویں مثال

امام محمد بن اسماعیل البخاری نے "تاریخ کبیر" میں حدیث نقل کی ہے:" عن اسامة عَلِيّ، قَالَ لِيَ النَّبِيُّ ﷺ: عَلَيْكَ بِكِتَابِ اللَّهِ، وَيُقَالُ عَنْ عَطَاءٍ الْخَفَّافِ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ أَبِي عَطَاءٍ قَالَ لِي مَسْلَمَةُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ،يَا أُسَامَةُ *" [45]

☆ **قط "حدثنا اسامۃ" کأن حرف النداء وقع فی النسخۃ بدون نقط فتوہمہ الناسخ "نا" التی ہی اختصار حدثنا، واللہ اعلم۔**

[46]عبارت بدون نقط ہونے کی وجہ سے **"نا اسامۃ" کو "یا اسامۃ"** لکھا گیا، عبارت میں "نا" کے الفاظ ہونے چاہئیں جو لفظ **"حدثنا"** کا اختصار ہے۔

(2)اسی طرح "تاریخ جرجان "میں ابو القاسم جرجانی نے حدیث نقل کی ہے، جس کی عبارت یہ ہے:" قَالَ البرديجی اسمه عَبْد الحميد بْن عِصَام ثقة يحجب* حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُد حَدَّثَنَا أَبُو الأحوص عَنْ أَبِي إِسْحَاق عَنْ

بلال أبی عمیر عن بن عَبَّاس قَالَ خطبنا عَلِی بْن أَبِی طَالِب فَقَالَ: خیر ہذه الأمة بَعْد نبیها أَبُو بَكْر ثُمَّ عُمَر"۔ [47]

☆**کذا فی الأصل بدون نقط الحرف الأول، ولعله "عجب"۔** [48]

اصل میں "یحجب" میں "ی" نقطوں کے بغیر ہے اور لفظ "عجب" کے ہیں۔

(3) اسی طرح تاریخ دمشق لابن عساکر میں ایک محدث کا نام 'ابو البداح' " **نا محمد بن عائذ أنبأنا الولید بن مسلم عن عبد الله بن یزید عن أبی البداح***"۔[49] نقل کیا گیا ہے، جبکہ اس کی وضاحت میں 'ابن عساکر' نے لکھا ہے: "**بالأصل بدون نقط "الداح" والمثبت والضبط عن تقریب التهذیب یقال: اسمه عدی ویقال کنیته أبو عمرو وأبو البداح لقب**" [50] اصل میں یہ لفظ "الداح" ہے، اور لفظ 'ب' کے بغیر ہے، جبکہ تقریب التهذیب میں اس کا نام عدی، کنیت ابو عمرو اور ابو البداح ہی اس کا لقب لکھا گیا ہے۔ دورِ نبوی اور صحابہ کے چند نمونے آج بھی ہمیں اوراق اور پتھروں پر کندہ کاری کی صورت میں ملتے ہیں۔ چند خطوط النبوی کا تذکرہ پچھلی فصل میں کیا، اس فصل میں صحابہ کرام zکے دور کے نمونے اور تحاریر سے متعلق روایات پیش کی جارہی ہیں۔

صلاح الدین منجد نے اپنی کتاب 'دراسات فی تاریخ الخط العربی' میں درج ذیل تحریر کا تذکرہ کیا ہے:

" اما ما وجد علی الحجر فکتابات من نوع ((غرافیت)) کشفها محمد حمید الله فی جبل سلع، بجوار المدینة، ترجمع الی اوائل الاسلام، وهو یعتقد انها من ایام غزوة الخندق، أی فی السنة الرابعة للهجرة کما حقق ابن حزم، والکتابة الأولی مسرد لاسماء کثیرة منها ((انا علی بن ابو طالب))"۔ [51] مدینہ منورہ کے قریب سلع پہاڑ کے نزدیک دو کتبوں کا تذکرہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے کیا ہے، جن کا شمار اسلام کے اوائل دور میں ہوتا ہے۔ اور ان کا یقین ہے کہ یہ غزوہ خندق کے ایام کا دور ہے، جبکہ ابھی سن ھجری کا آغاز نہیں ہوا تھا، جس پر علی بن ابی طالب کا نام کندہ ہے، جبکہ دوسرے کتبے پر حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام کندہ ہیں، سلع پہاڑ جو مدینہ منورہ کے قریب ہے، اس پر حضرت عمر اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے نام واضح طور پر پڑھے جا سکتے ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے "Islamic Culture" میں مذکورہ کتبے سے متعلق لکھا ہے:

> Near the summit, of which I have just spoken, there is a big rock in the shape of capital letter L. The lower part or the base presents a big couch on which a dozen of people can easily sit and take rest. The perpendicular part of the rock bears on the right hand an inscription of 4 lines, which I have read as follow:

امسی واصبح عمر وابو بکر یتوبان الی اللہ من کل ما یکرہ

[52] "Its dimensions are 28 1/2 inches broad and 21 inches high".

ابن الندیم نے 'الفہرست' میں مکی اور مدنی خطوط کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے: قال محمد بن اسحاق فأول الخطوط العربية الخط المكى وبعده المدنى ثم البصرى ثم الكوفى فأما المكى والمدنى ففى ألفاته تعويج الى يمنة اليد وأعلا الأصابع وفى شكله انضجاع يسير وهذا مثاله"۔ [53]ابن الندیم نے محمد بن اسحاق کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سب سے پہلے عربی خطوط میں خط مکی ہے، اس کے بعد خط مدنی ہے، پھر بصری اور کوفی ہے، لیکن مکی اور مدنی خطوط کی خصوصیات اس طرح بیان کی ہیں کہ اس میں الف کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا اوپری حصہ شاخ دار ہے، الف کا زیریں حصہ دائیں طرف مڑا ہوا ہے۔ تحریر سادہ ہے کسی قسم کی بناوٹ اور تکلف سے کام نہیں لیا گیا، لیکن تحریر کی سطریں سیدھی نہیں ہیں بلکہ ان میں ہلکا سا ترچھا پن ظاہر ہوتا ہے۔

خلاصۂ بحث

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظوں پر نقطے اور حرکات نہ ہونے کا سلسلہ بہت طویل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے میں حروف پر نقطے اور اعراب نہیں ہوتے تھے۔ بعد کے زمانوں میں بھی قرآنی الفاظ نقطوں اور حرکات کے بغیر لکھے جاتے تھے۔ حضرت عثمان کے زمانے جو مصحفِ قرآنی تیار ہوا اس پر بھی نقطے اور حرکات نہیں تھیں۔ یہ چیزیں بہت بعد میں سامنے آئیں جوں جوں عربی نسلیں اور قومیں جزیرہ ہائے عرب میں پھیلتی گئیں، اور ان کا دائرہ کار دیگر ممالک تک پھیل گیا، اس کے ساتھ ساتھ عربی خط بھی ارتقائی منازل طے کرتا رہا، اور تغیر کے دائمی اصولوں کے مطابق اس میں تبدیلیاں بھی ہوتی رہیں، کوئی بھی زبان جب اپنا ارتقائی سفر کرتی ہے تو وہ تہذیبوں اور سماجی رویوں کا اثر قبول کرتی ہے، جس کے نتیجے میں تبدیلیاں رونما ہونا امر واقع ہوتا ہے۔ کتب احادیث میں اس طرح کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید پر تابعین اور اتبع تابعین کے دور سے نقاط لگنا شروع ہو گئے تھے، لیکن عربی عبارت اور خصوصاً حدیث کی تحریر میں نقطوں کا استعمال نہیں ہوتا رہا، جس کی وجہ سے متقدمین اور متاخرین محدثین کرام کے ہاں یہ شبہ پایا جاتا تھا کہ آیا یہ لفظ اپنی اصلی حالت میں کس طرح تھا، اور نقطوں کی ترتیب کس اعتبار سے لگائی جائے، جیسا کہ اوپر ذکر کردہ کئی مثالوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے۔۔

References

1 Al-Najm 53: 5.

2 Abū 'Esā Muhammad Ibn 'Esā Ibn Mūsā Ibn Ḍhḥāk, *Al-Sunan*, Kitāb al-qadr, Bāb 'Izām amr al-Eīmān bi al-qadr.

3 Al-Alaq 96: 4.

4 Al-Qalam 68: 4.

5 Muhammad Ishāq Ṣidīqī, *Fan-i-Teḥrīr kī Tārīkh*(‘alī Ghaṛ: Anjman tarqī-e- Urdū Ḥind, 1983AD),5.

6 Ṣidīqī, *Fan teḥrīr kī tārīkh*, 3.

7 Al-‘imrān 3: 181

8 Maryam 19: 79.

9 Al-Baqrah 2: 187

10 Al-Baqrah 2: 282.

11 Al-Anbiyā‘ 21: 105.

12 Al-Mā’ida 5: 32.

13 Al-Mā’ida 5: 45.

14 Al-a‘rāf 7: 145.

15 Abū Abdullāh Al-Ḥākam Ibn Muhammad Ibn Abdullāh Ibn Muhammad Ibn Al-Bīe‘, *Al-Mustdrak a‘la al-Ṣaḥīḥain* (Beirūt: Dāṛ al-kutub al-‘lmyyah, 1990AD), Ḥadīth: 359.

16 Ḥafiz Imād al-Dīn Ibn Kathīr, *Al-Badāyāh Wa al-Nihāyāh* (Beirūt: Dār al-Fikr, 1986AD), 10: 195.

17 Al-Tawba 3: 9.

18 ‘Uthmān Ibn Sa‘īd Ibnm ‘Umar al-Dānī, *Al-Muḥkam Nuqat Al-Muṣāḥaf* (Beirūt: Dār Al-Fikr, 1407 AH), 12.

19 Ibrāhīm Muhammad Al-Jarmī, *M‘ujam ‘Ulūm al-Quran* (Dimashq: Dār al-Qalam 2001 AD), 294.

20 Abū ‘Abdullāh Badar al-Dīn Al-Zarkashī, *Al-Burhān fī ‘ulūm al-Qurān* (Qāhirah: Maktba Dār al-turāth, 1957), 1: 250.

21 Punjab University, *Urdū Dāirah Ma‘ārif Islāmiyya*, Dānash Gāh-i-Punjāb University (Lahore: 2004), 16: 357.

22 Dr. Ṣalāḥ al-Dīn Al-Munajjad, *Darāsāt Fī tarīkh al-khaṭ al-'arbī* (Beirūt: Dār al-kitāb al-jadīd, 2004 AD), 12.

23 Prof. Sayad Muhammad Salīm, *Tārīkh Khaṭ wa Khṭāṭīn* (Karachi: Zawar Accadmy Publisher, 2001 AD), 52.

24 Abū 'Abdullāh Aḥmad Muhammad Ibn Al-Shaibānī, *Musnad al-Imām Aḥmad Ibn Ḥanbal*, Musnad Jābar Ibn 'Abdullāh (Beirūt: Mu'assasah al-Risālah', 2001 AD), 22: 34.

25 Ḥanbal, *Musnad al-Imām Aḥmad Ibn Ḥanbal*,22: 34.

26 Ḥanbal, *Musnad al-Imām Aḥmad Ibn Ḥanbal*, 29: 492.

27 Ḥanbal, *Musnad al-Imām Aḥmad Ibn Ḥanbal*, 29: 493.

28 Muhammad Ibn Ḥabān Ibn Abū Ḥātam, *Ṣaḥīḥ Ibn Ḥaibbān* (Beirūt: Mu'assasah' al-Risālah' 1988 AD), 7: 444.

29 Ibn Ḥabān, *Ṣaḥīḥ iban Ḥabān*, 7: 444.

30 Muhammad Ibn 'Abdul Raḥmān Ibn 'Abbās Zakriyya al-Baghdādī, *Al-Mukhlṣiāt wa A'jzā akhrā li abī Ṭāhir Al-Mukhlaṣ* (Qaṭar: wzārt al-Aawqāf wa al-sha'ūn al-Islāmiyyah, 2008 AD), 2: 54.

31 Al-Baghdādī, *Al-Mukhlṣiāt wa A'jzā akhrā li abī Ṭāhir Al-Mukhlaṣ*, 2: 54.

32 Nāsir Al-Dīn al-Bānī, S*ilslah' al-Aḥādīth al-Ṣaḥīḥiā wa shai min fiqhihā wa fawāidihā*(Al-Riādh: Maktbah' al-mu'araf lilnashar wa al-tuzī', 1995 AD), 6: 411.

33 Zain al-Dīn 'Abdul Rahmān Aḥmad Ibn Rajab al-Baghdādī, *Fatḥ al-Bārī sharḥ al-Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Qāhirah: Maktbah Teḥqīq Dār Al-Ḥarmain, 1996 AD), 1: 100.

34 Al-Baghdādī, *Fatḥ al-Bārī sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, 1: 100.

35 Shamas al-Dīn Muhammad Ibn Aḥmad Al-Ḥanblī, *Ta'līqah' 'ala al-'ilal li Ibn abī Ḥātam* (Al-Riyādh: Adhwā Al-Salaf, 2003 AD),2: 215.

36 Al-Ḥanblī, *Ta'līqah' 'ala al-'ilal li Ibn abī Ḥātam*, 2: 215.

37 Abū ‘Abdullāh, Muhammad Ibn Adrīs al-Shāf‘ī, *Al-Risālah li-Shāf‘ī* (Egypt: Maktbah‘ Al-Ḥalbī, 1940 AD), 57.

38 Al-S Shāf‘ī, *Al-Risālah*, 57.

39 Al- Shāf‘ī, *Al-Risālah*, 83.

40 Al- Shāf‘ī, *Al-Risālah*, 83.

41 Majd Al-Dīn ‘Abdul Salām Ibn Taimiyyah‘, *Al-masawdah‘ Fī Usūl Al-Fiqh* (Beirūt: Dār Al-kutub Al-Arbī, 1999 AD), 1: 81.

42 Ibn Taimiyyah‘, *Al-masawdah‘ Fī usūl Al-Fiqh*, 1: 81.

43 Al-Baghdādī, *Fatḥ al-Bārī sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, 1: 107.

44 Abū Ya‘lā Aḥmad Ibn ‘Alī Al-Mūṣlī, *Musnad Abī Yalā* (Dimisaq: Dār Al-Māmūn lil-Turāth, 1984 AD), 3: 137.

45 Abū ‘Abdullah Muhammad Ibn Ismā‘īl Al-Bukhārī, *Tarīkh al-Kabīr* (Ḥaidar Ābād Dakan: Dāriah‘ Muāraf Uthmānīah‘, 1993 AD), 2: 22.

46 Al-Bukhārī, *Tarīkh Al-Kabīr*, 2: 22.

47 Abū al-Qāsim Ḥamzah‘ Ibn Yūsuf Al-Jurjānī, *Tārīkh Jurjān* (Beirūt: ‘Aālam al-kutub, 1999AD), 1: 251.

48 Al-Jurjānī, *Tārīkh Jurjān*, 1: 251.

49 Abū Al-Qāsim ‘Alī Bin Al-Ḥasan Bi Ibn ‘Asākar, *Tārīkh al-Dimashq*(Beirūt: Dār al-Fikr, 1995 AD), 1: 48.

50 ‘Asākar, *Tārīkh al-Dimashq*, 1: 48.

51 Al-Munajjad, *Darāsāt Fī tārīkh al-khaṭ al-‘arbī*, 29.

52 Dr. Hamīdullāh, "Islamic Culture", Vol: XIII, January-1939, Hyderabad- Deccan,43.

53 Muhammad Ibn Isḥāq al-Nadīm, *Al-Fehrist li Ibn al-Nadīm* (Beirūt: Dār Iḥyāh: al-turath al-‘arbī, 1998 AD), 4.